

جَنّت البَقِيعِ مستند تاریخی دستاویزات کی روشنی میں

<?xml encoding="UTF-8">

جنت البقیع وہ قبرستان ہے کہ جس میں رسول اکرم (ص) کے اجداد، اہل بیت (ع)، اُمّہات المومنین، جلیل القدر اصحاب، تابعین اور دوسرے اہم افراد کی قبور ہیں کہ جنہیں ۸۶ سال قبل آل سعود نے منہدم کر دیا کہ اُن میں سے تو اکثر قبور کی پہچان اور اُن کے صحیح مقام کی شناخت ممکن نہیں! یہ عالم اسلام خصوصاً شیعہ و سنی مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علمائے دانشوروں اور اہل قلم کی ذمہ داری ہے کہ اِن قبور کی تعمیر نو کیلئے ایک بین الاقوامی تحریک کی داغ بیل ڈالیں کہ یہ روحانی اور معنوی سرمایہ اور آثار قدیمہ سے تعلق رکھنے والے اِس عظیم نوعیت کے قبرستان کی کہ جس کی فضیلت میں روایات موجو دیں، حفاظت اور تعمیر نو کے ساتھ یہاں مدفون ہستیوں کی خدمات کا ادنیٰ سا حق ادا کرسکیں۔

تاریخ قبرستان جنت البقیع

۸ / شوال تایخ جہان اسلام کا وہ غم انگیز دن ہے کہ جب چھپاسی سال قبل ۱۳۴۴ ہجری کو وہابی فرقے سے تعلق رکھنے والے افراد نے جنت البقیع کے تاریخی قبرستان کو منہدم و مسمار کر دیا تھا۔ یہ دن تاریخ اسلام میں "یوم الہدم" کے نام سے معروف ہے، یعنی وہ دن کہ جب بقیع نامی تاریخی اور اسلامی شخصیات کے مدفن اور مزاروں کو ڈھا کر اُسے خاک میں ملا دیا۔

جدّہ کے معروف عرب کالم نویس "منال حمیدان" لکھتے ہیں:

"بقیع وہ زمین ہے کہ جس میں رسول اکرم (ص) کے بعد اُن کے بہترین صحابہ کرام دفن ہوئے اور جیسا کہ نقل کیا گیا ہے کہ یہاں دس ہزار سے زیادہ اصحاب رسول مدفون ہیں کہ جن میں اُن کے اہل بیت، اُمّہات المومنین، فرزند ابراہیم، چچا عباس بن المطلب، پھپھی صفیہ بنت عبدالمطلب، اُن کے نواسے حسن، اکابرین اُمت اور تابعین شامل ہیں۔ یوں تاریخ کے ساتھ ساتھ بقیع کا شمار شہر مدینہ کے اُن مزاروں میہونے لگا کہ جہاں حجاج بیت اللہ الحرام اور رسول اللہ (ص) کے روضہ مبارکہ کی زیارت اور وہاں نماز ادا کرنے والے زائرین اپنی زیا رت کے فوراً بعد حاضری دینے کی تڑپ رکھتے تھے۔ نقل کیا گیا ہے کہ آنحضرت (ص) نے وہاں کی زیارت کی اور وہاں مدفون افراد پر سلام کیا اور استغفار کی دعا کی۔" (الشرق الاوسط؛ ۱۵ / ذی الحجہ ۱۴۲۶ ہجری، شمارہ ۹۹۰۹)

تین ناموں کی شہرت رکھنے والے اِس قبرستان "بقیع، بقیع الغرقہ یا جنت البقیع" کی تاریخ، قبل از اسلام زمانے سے مربوط ہے لیکن تاریخی کتابیں قبرستان کی تاریخ پر روشنی ڈالنے سے قاصر ہیں لیکن اِس سب کے باوجود جو چیز مسلم حیثیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ بقیع، ہجرت کے بعد شہر مدینہ کے مسلمانوں کیلئے دفن ہونے کا واحد قبرستان تھا۔ شہر مدینہ کے لوگ وہاں مسلمانوں کی آمد سے قبل اپنے مردوں کو دو قبرستانوں "بنی حرام" اور "بنی سالم" میں دفن کیا کرتے تھے۔ (حجۃ الاسلام محمد صادق نجمی، تاریخ حرم ائمہ بقیع، صفحہ ۶۱)

بقیع میں مدفون شخصیات

اِس قبرستان میں اسلام کی اہم شخصیات میں ائمہ اربعہ تشیع (حضرت امام حسن مجتبیٰ (ع)، حضرت امام

زین العابدین (ع) ، حضرت امام محمد باقر (ع) اور حضرت امام جعفر صادق (ع) کے علاوہ اور بھی شخصیات مدفون ہیں۔

علامہ سید محمد امین اس بارے میں لکھتے ہیں:

"بقیع میں رسول اللہ (ص) کے چچا حضرت عباس بن المطلب (ع) بھی مدفون تھے، اسی طرح حضرت ختمی مرتبت (ص) کے والد امجد حضرت عبداللہ (ع)، اُمّہات المومنین، عثمان بن عفان، اسماعیل بن جعفر الصادق (ع) اور مذہب مالکی کے پیشوا، امام ابو عبداللہ مالک بن انس الاصبی (متوفی ۱۷۹ ہجری) کی قبور کو بھی ویران کیا گیا ہے۔" (کشف الارتیاب؛ صفحہ ۵۵)

خلیفہ سوم عثمان بن عفان کے قتل کے بعد جب انہیں بقیع میں دفن ہونے سے روکا گیا تو انہیں بقیع سے باہر مشرقی حصے میں "حش کوکب" نامی حصے میں دفن کر دیا گیا لیکن معاویہ ابن ابی سفیان کے زمانے میں جب مروان بن حکم مدینے کا والی بناتو اُس نے حش کوکب اور بقیع کی درمیانی دیوار کو ہٹا کر اُن کی قبر کو اسی قبرستان میں داخل کر دیا اور پتھر کا وہ ٹکڑا کہ جسے خود رسول اکرم (ص) نے اپنے ہاتھوں سے حضرت عثمان بن مظعون (رض) کی قبر پر رکھا تھا، اُٹھا کر حضرت عثمان کی قبر پر رکھتے ہوئے کہا: "واللہ لا یکون علی قبر عثمان بن مظعون حجرٌ یعرف بہ" (خدا کی قسم! عثمان بن مظعون (رض) کی قبر پر کوئی نام و نشان نہ ہو کہ وہ اُس کے ذریعے سے پہچانی جائے)۔

(أُسد الغابۃ؛ جلد ۳، صفحہ ۳۸۷۔ تاریخ المدینہ ابن زبالہ نقل از وفاء الوفاء؛ جلد ۳، صفحہ ۹۱۴-۸۹۴)

اُمّہات المومنین میں حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت ریحانہ بنت زبیر، حضرت ماریہ قبطیہ، حضرت زینب بنت جحش، اُمّ حبیبہ بنت ابی سفیان، حضرت سودہ اور عائشہ بنت ابی ابی بکر مدفون ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت ختمی مرتبت (ص) کے فرزند ابراہیم (ع) ، حضرت علی (ع) کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد (س)، زوجہ حضرت اُمّ البنین (س)، حلیمہ سعدیہ (س) ، حضرت عاتکہ، عبداللہ بن جعفر، محمد بن حنفیہ اور عقیل بن ابی طالب (ع)، نافع مولائے عبد اللہ بن عمر شیخ القراء السبعہ (متوفی ۱۶۹ ہجری) کی قبور بھی وہاں موجود ہیں۔ (البقیع؛ یوسف الهاجری، صفحہ ۳۷۔ مرآة الحرمین؛ ابراہیم رفعت پاشا، صفحہ ۴۲۷۔ آثار اسلامی مکہ و مدینہ؛ صفحہ ۹۹۔ تاریخ المعالم المدنیۃ المنورۃ؛ سید احمد آل یاسین، صفحہ ۲۴۵۔ طبقات القرائ؛ جلد ۲، صفحہ ۳۳۰۔ تہذیب التہذیب؛ جلد ۱۰، صفحہ ۴۰۷)

اس کے علاوہ یہاں مقداد بن الاسود، مالک بن حارث، مالک اشتر نخعی، خالد بن سعید، خزیمہ ذو الشہادتین، زید بن حارثہ، سعد بن عبادہ، جابر بن عبداللہ انصاری، حسان بن ثابت، قیس بن سعد بن عبادہ، اسعد بن زارہ، عبد اللہ بن مسعود اور معاذ بن جبل سمیت دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام بھی یہیں مدفون ہیں۔ (مستدرک حاکم؛ جلد ۲، صفحہ ۳۱۸۔ سیرہ ابن ہشام؛ جلد ۳، صفحہ ۲۹۵)۔

مؤرخین اور معروف سیاحوں کے نزدیک قبرستان بقیع کی تاریخ

جنت البقیع ۴۹۵ ہجری یعنی پانچویں صدی ہجری کے اواخر سے صاحب گنبد و بارگاہ تھا۔ معروف اہل سنت اندلسی مؤرخ، سیاح، مصنف اور شاعر ابوالحسن محمد بن احمد بن جبیر (۱۴۰۵-۱۴۰۶ ہجری) جو ساتویں صدی ہجری میں حجاز کے اپنے سفرنامہ (تدوین شدہ ۸۷۵ ہجری) میں لکھتے ہیں:

"وہ سربفلک گنبد موجود بقیع کے ساتھ ہی واقع ہے۔"

(رحلہ ابن جبیر؛ مطبوع دار الکتاب اللبّانیہ، صفحہ ۱۵۳)

ابن جبیر کے سفر کے ڈیڑھ سو سال بعد آٹھویں صدی ہجری میں ابن بطولہ نے شہر مدینہ کاسفر کیا اوراپنے مشاہدات کو یوں رقم کیا: "حرم ائمہ بقیع (ائمہ اربعہ علیہم السلام) میں موجود قبور پر دراصل ایک ایسا گنبد ہے جو سر بفلک ہے اور جو اپنے استحکام کی نظر سے فن تعمیر کا بہترین اورحیرت انگیز شاہکار ہے۔" (رحلہ ابن بطولہ؛صفحہ ۸۹)

قرن معاصر کے معروف سفر نامہ "مرآة الحرمين" کے مصنف "ابراہیم رفعت پاشا" جو ۱۳۱۸ ہجری، ۱۳۲۰ ہجری، ۱۳۲۱ ہجری اور ۱۳۲۵ ہجری میں مصری حجاج کے قافلے کے امیر محافظ محمل کی حیثیت سے اپنے پہلے سفر حج اور اُس کے بعد امیر الحجاج کی حیثیت سے اپنے بعد کے سفر حج کے چار سفروں کو "مرآة الحرمين" نامی سفر نامہ میں مفصل طور پر جنت البقیع کے منہدم کئے جانے سے اُنیس سال قبل لکھتے ہیں:

"عباس بن عبد المطلب (ع)، حسن بن علی اور تین ائمہ امام علی بن الحسین، امام محمد بن علی اور امام جعفر بن محمد علیہم السلام ایک ہی گنبد کے نیچے مدفون ہیں، جن کا گنبد دوسروں سے بہت زیادہ اونچا ہے۔"

(مرآة الحرمين؛جلد ۱،صفحہ ۴۲۶،طبع مصر ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۱۹۲۵ عیسوی)

جابر انصاری، کتاب "تاریخ اصفہان" میں ۱۳۴۴ ہجری کے واقعات کے ضمن میں وہابیوں کے ملک حجاز پر حملہ کرنے اور وہاں موجود اہم اسلامی شخصیات کی قبور اورمزارات کو منہدم کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حاجی امیر السلطنت کی جانب سے حکم دئیے جانے کے نتیجے میں ۱۳۱۲ ہجری میں دو سال کی مدت میںبنائی جانے والی ضریح کو وہاں (موجود ائمہ بقیع کی قبور) سے اُکھیڑ لیا گیا اورجب وہابیوں نے چاہا کہ وہ (قبرستان بقیع کو منہدم وسمار کرنے کے بعد) حضرت ختمی مرتبت (ص) کے حرم میں داخل ہوتو اُن میں سے ایک نے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ...." (اے ایمان والو!نبی کے گھر میں داخل نہ ہو...) کی آیت کی تلاوت کی تو وہ اس جسارت کو انجام دینے سے رُک گئے....."

(تاریخ اصفہان؛صفحہ ۹۲ ۳)

میرزا محمدحسین فراہانی نے ۱۳۰۲ ہجری میں اپنے سفر حج میں بقیع اوراُس میں موجود ائمہ اربعہ کی زیارت کا احوال کچھ یوں درج کیا ہے:

"قبرستان بقیع ایک بہت بڑا قبرستان ہے جو شہر مدینہ کے مشرق میدروازہ نُسور سے متصل ہے.....یہ قبرستان حج کے موسم میںحاجیوں کیلئے ہر دن مغرب کے وقت تک کھلا رہتا ہے اورجو بھی اس کی زیارت کرنا چاہے وہ اس میں جا سکتاہے لیکن حج کے علاوہ یہ جمعرات کے زوال سے جمعہ کے غروب تک کھلا رہتا ہے۔

ائمہ اثنی عشر کے چار امام (ع) ایک بڑے سے بقبعة (بارگاہ) میں جو ہشت ضلعی شکل میں بنایا گیا ہے، مدفون ہیں.... اس بقبعة کی تعمیر کی صحیح تاریخ کا علم نہیلیکن محمد علی پاشا مصری نے ۱۲۳۴ ہجری میںسلطان محمود خان عثمانی کے حکم کے مطابق اسے تعمیر کرایا ہے اوراس کے بعد سے تمام عثمانی سلاطین کی جانب سے یہ بقبعة اوراس قبرستان میں واقع دیگر تمام بقبعة جات ہر سال مرمت و تعمیر کئے جاتے رہے ہیں۔

یہاں کچھ "مقامات" مشہور ہیں جو حضرت فاطمہ صدیقہ طاہرہ (س) کی قبر کے نام سے معروف ہیں، اُن میں سے ایک بقیع میں موجود حجرہ ہے جسے "بیت الاحزان" کہا جاتا ہے اور اسی وجہ سے یہاں آنے والے حجاج اور زائرین حضرت فاطمہ زہرا (س) کی زیارت پڑھتے ہیں۔یہاں موجود قبر کے سامنے سونے اورچاندی کے تاروں سے مزین ایک پردے کو گنبد کے چاروں طرف ڈالاہوا ہے اوراُس پر یہ عبارت درج ہے:سلطان احمد بن سلطان محمد بن سلطان ابراہیم (سنة إحدى و ثلاثين و مائة بعد الف ۱۱۳۱ ہجری)۔" (سفر نامہ فراہانی؛صفحہ ۲۸۱،طبع ۱۳۶۲

شمسی ایرانی، تدوین:مسعود گلزاری،چاپ چہارم)

حاجی فرہاد میرزا ۱۲۹۲ ہجری میں اپنے سفر حج کے مشاہدات کو اپنے سفر نامہ "ہَدْيَةُ السَّبِيل" میں لکھتے ہیں:
 "میں بابِ جبرئیل (ع) سے باہر آکر ائمہ بقیع کی زیارت سے مشرف ہوا....متوَلّی نے ضریح کا دروازہ کھولا اور میں
 اندر گیا اور ضریح کے گرد چکر لگایا، وہاں پیر کی طرف کی جگہ بہت چھوٹی ہے کہ جہاں صندوق (قبر) اور ضریح کا
 درمیانی فاصلہ نصف ذراع سے بھی کم ہے۔"

(ہَدْيَةُ السَّبِيل؛ صفحہ ۱۲۷)

نائب الصدر شیرازی ۱۳۰۵ ہجری میں اپنے سفر حج کے مشاہدات کو اپنے سفر نامہ "تُحْفَةُ الْحَرَمَيْنِ" میں لکھتے
 ہیں:

"وادی بقیع داہنے ہاتھ پر واقع ہے جو ایک سر پوشیدہ مسجد ہے کہ جس (کے صدر دروازے) پر یہ عبارت درج
 ہے: "هَذَا مَسْجِدُ أَبِي بِنِ كَعْبٍ وَصَلَّى فِيهِ النَّبِيُّ غَيْرَ مَرَّةٍ"، (یہ مسجد اُبی بن کعب ہے کہ جس میں رسول اللہ (ص)
 نے کئی مرتبہ نماز پڑھی ہے)۔ یہاں امام حسن (ع)، امام زین العابدین (ع)، امام باقر (ع) اور امام صادق (ع) کی
 قبور مطہرہ ایک ضریح میں دن دفن ہیں، اُس کے سامنے ایک پردے دار ضریح ہے کہ جس کے بارے میں کہا
 جاتا ہے کہ یہاں حضرت فاطمہ زہرا (س) مدفون ہیں۔" (تُحْفَةُ الْحَرَمَيْنِ؛ صفحہ ۲۲۷)

معروف مدینہ شناس، مؤرخ، محدث، رجال شناس اور ادیب شافعی ابو عبد اللہ محب الدین محمد "ابن نجار"
 (۵۷۸-۶۴۳ ہجری) کہتا ہے۔

"وَعَلَيْهَا بَابَانِ يَفْتَحُ أَحَدُهُمَا فِي كُلِّ يَوْمٍ لِلزَّيَارَةِ"، قبرستان بقیع کے دو دروازے تھے کہ جن میں سے ایک دروازہ ہر
 دن زائرین کیلئے کھولا جاتا تھا۔

(اخبار مدينة الرسول؛ مكتبة دار الثقافة، مكة المكرمة، صفحہ ۱۵۳)

قبرستان بقیع کی تعمیر، ضریح اور حرم کی منظر کشی

قبرستان بقیع اپنی تاریخ میں تین مرتبہ تعمیر کیا گیا ہے۔ معروف سیاح اور مؤرخ ابن جبیر اپنے سفر نامہ میں
 لکھتے ہیں:

"بقیع پہلی مرتبہ ۵۱۹ ہجری میں "الْمُسْتَنْصَرُ بِاللَّهِ" اور تیسری مرتبہ تیرہویں صدی کے اواخر میں "سلطان
 محمود غزنوی" کے ذریعے سے تعمیر کیا گیا ہے۔ یہاں موجود کُتبوں پر درج عبارتیں کہ جن کو سیاحوں نے اپنے
 اپنے سفر ناموں میں بیان کیا ہے، اسی حقیقت کی عکاسی کرتی ہیں۔" (رحلہ ابن جبیر؛ مطبوع دار الكتاب
 اللبنانی، صفحہ ۱۷۳)

ایک حقیقت!

ایک نکتے کی جانب اشارہ ضروری ہے اور وہ یہ کہ ائمہ بقیع پر حرم و بارگاہ کی تعمیر ۵۱۹ ہجری سے قبل ہوئی
 تھی اور اُس کی اصلاح اور مرمت کا کام بعد میں انجام دیا گیا تھا۔
 مشہور مؤرخ "سمہودی" ابن جبیر کی بات کے برخلاف کہتا ہے:
 "۵۱۹ ہجری میں تعمیر شدہ بارگاہ و گنبد کے وجود میں آنے کے پچاس سال بعد اِس حرم کی پہلی تعمیر عباسی

خلیفہ "مسترشد باللہ" کے حکم سے ہوئی۔ حضرت عباس بن عبد المطلب (ع) کی قبر کے پاس طاق میں موجود ایک چھوٹے سے گتے پر یہ عبارت درج ہے: إِنَّ الْأَمْرَ بِعَمَلِ الْمُسْتَرَشِدِ بِاللَّهِ تِسْعَ وَ عَشْرَةَ وَ خَمْسَمِائَةَ"۔ (وفاء الوفاء؛ جلد ۳، صفحہ ۹۱۶)

یہاں ایک اور نکتے کی جانب اشارہ ضروری ہے اور وہ یہ اس حرم کی اصل عمارت اس تاریخ سے قبل ہے کہ جسے سمہودی نے بیان کیا ہے اور حرم کی تعمیر کا اُس کا حکم اُس کی مرمت اور اصلاح کیلئے تھا۔ دوسری بات یہ کہ مسترشد باللہ اُنٹیسواں (۲۹) عباسی خلیفہ ہے جو ۵۱۲ ہجری میاںپنے باپ "مستظہر باللہ" کے بعد خلافت کو حاصل کرتا ہے اور ۵۲۹ ہجری میں قتل کر دیا گیا۔

حرم ائمہ بقیع کی دوسری تعمیر و مرمت عباسی خلیفہ "مستنصر باللہ" کے حکم سے ۶۲۳ ہجری اور ۶۴۰ ہجری کے درمیانی عرصے میں انجام پائی۔ سمہودی اس بارے میں لکھتا ہے:

"حرم بقیع میں موجود محراب کے اوپر لگے ہوئے چھوٹے سے گتے پر یہ عبارت درج ہے: أَمْرَ بِعَمَلِ الْمَنْصُورِ الْمُسْتَنْصِرِ بِاللَّهِ"

(وفاء الوفاء؛ جلد ۳، صفحہ ۹۱۶)

مستنصر باللہ کا اصل نام منصور، کنیت ابو جعفر تھی، وہ "الظَّاهِرُ بِاللَّهِ" کا بیٹا تھا اور وہ تیتیسواں (۳۳) عباسی خلیفہ ہے اور علامہ سیوطی کے قول کے مطابق وہ ۶۲۳ ہجری میں خلافت حاصل کرتا ہے اور ۶۴۰ ہجری میں دار فانی کو وداع کہتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء؛ صفحہ ۴۲۴)

اس حرم کی تیسری تعمیر تیرہویں صدی کے اوائل میں عثمانی خلیفہ سلطان محمود غزنوی کے حکم سے ہوئی۔ "فرہاد میرزا" ۱۲۹۲ ہجری میں حج کی سعادت کے حاصل ہونے کے بعد بقیع کا حال کچھ یوں بیان کرتا ہے:

"بقیع میں بقعہ مبارکہ کی تعمیر نو سلطان محمود خان کے حکم سے ایک ہزار دوسو ہجری میں ہوئی، وہ سلطان محمد ثانی ہے جو تیسواں عثمانی خلیفہ ہے۔ سلطان محمود چوبیس سال کی عمر میں ۱۲۲۳ ہجری میں خلافت کو پہنچا اور ۱۲۵۵ ہجری میں انتقال کر گیا۔"

(نامہ فرہاد میرزا؛ چاپ مطبوعات علمی ۱۳۶۶ شمسی ایرانی، تہران، صفحہ ۱۴۱)

(رجوع کریں: قاموس الاعلام ترکی؛ جلد ۶، صفحہ ۴۲۲۵؛ فصلنامہ میقات حج؛ سال دوم، شمارہ پنجم صفحہ ۱۱۸۔ شمارہ ششم، زمستان ۱۳۷۲ شمسی)۔

معروف سیاح اور مؤرخ ابن جبیر اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں: "قبرستان بقیع کے دو دروازے ہیں کہ جن میں سے ایک ہمیشہ بند رہتا ہے اور دوسرا دروازہ صبح سے مغرب تک زائرین کیلئے کھلا رہتا ہے۔ حرم بقیع "ہشت ضلعی" ہے اور اس کی دوسری خصوصیت اس میم محراب کا ہونا ہے نیز اس حرم کے بہت سے خادم تھے۔ دوسرے تمام حرموں کی مانند حرم ائمہ بقیع (ع) میں بھی ضریح، روپوش، بڑے فانوس، شمعدان اور قالین موجود تھے۔"

(رحلہ ابن جبیر؛ مطبوع دار الكتاب اللبّانی، صفحہ ۱۷۳)

محمد لبیب مصری (بتنونی) ۱۳۲۷ ہجری میں حجاز کے اپنے سفرنامہ "رحلہ بتنونی" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ومقصورة سيدنا الحسن فيها فخيمة جدّأو هي من النحاس المنقوش بالكتابة الفارسية وأظنّ أنّها من عمل الشيعة الأعاجم؛ وہاں "قُبَّةُ البين" نامی ایک معروف گنبد موجود ہے کہ جس میں ایک حجر ہ موجود ہے اور اُس میں ایک گڑھا ہے کہ جس کے بارے میں یہ بات شہرت رکھتی ہے کہ یہاں آنحضرت (ص) کا دندان مبارک گرا تھا،

اس کے علاوہ امام حسن ابن علی (ع) کی قبر ایک اور قبہ (بارگاہ) کے نیچے واقع ہے کہ جسے تانبے کی دھات سے بنایا گیا ہے اور اس پر فارسی رسم الخط کی کوئی عبارت درج ہے کہ جس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ یہ عجمی اہل تشیع کی جانب سے لکھی گئی ہے۔"
(رحلہ بتنونی؛ مطبوعہ ۱۳۲۹ مصر، صفحہ ۲۳۷)

پہلی ضریح:

"بتنونی" اس بیان کی روشنی میں واضح ہو جاتا ہے کہ یہ پہلی ضریح ہے کہ جسے ایرانیوں نے بنایا ہے۔ اگر یہ تقریبی گمان و خیال واقعیت رکھتے ہوں تو اس ضریح کی تقریبی ساخت کی تاریخ اور ان کے بانیوں کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ائمہ بقیع کے بقعہ جات کی تعمیر کے ساتھ ساتھ یہ ضریح پانچویں صدی ہجری کے دوسرے نصف میں "مجد الملک براوستانی" کے حکم سے بنائی گئی ہے۔

دوسری ضریح:

سید اسماعیل مرندی اپنی کتاب "توصیف مدینہ" کہ جسے انہوں نے ۱۲۵۵ ہجری میں تالیف کیا ہے، میں لکھتے ہیں:

"یہ پانچوں مطہر تن ایک ضریح میں دفن ہیں جو لکڑی کی جالی دار ضریح ہے اور عباس بن المطلب (ع) اسی ضریح میں ان کے سرہانے بالکل جدا دفن ہیں۔"

یہ صرف وہ جسارتیں ہیں کہ جن کو صرف بقیع کے مسمار کئے جانے کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے جبکہ آل سعود نے وہابی فرقے کی تعلیمات کے مطابق مکہ، مدینہ، طائف اور دیگر بلاد اسلامی کے تمام تاریخی آثار و مزارات اور بارگاہوں کو نابود کیا ہے کہ جن کا تعلق شیعہ و سنی مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات سے ہے! فرقہ وہابیت کی تعلیمات سے آگاہی اور ان کے شبہات کا جواب دینے کیلئے ایک الگ کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔

یہ عالم اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کا ایک مختصر سا ورق ہے کہ جو تاریخی اسناد و دستاویزات کی روشنی میں آل سعود اور فرقہ وہابیت کے سیاہ کارناموں کی ایک زندہ اور حقیقی مثال ہے اور دور حاضر کا مسمار قبرستان بقیع آج کے مسلمانوں سے اس بات کا سوال رہا ہے کہ وہ اس تاریخی بے حرمتی پر کیوں خاموش ہیں؟